محمد عمر فاروق

نادرہ بیگم کا پیغامِ محبت

کئی دنوں سے ڈاکٹر انعام الحق جاوید کے ادبی مجلہ ماہانہ "روداد" اسلام آباد میں چھپنے والا نادرہ بیگم کا ایک بیان میز پر پڑا ہوا ہے۔ سوچ رہا تھا کہ کوئی قلمکار دوست قلم توڑ جواب دے کر میرا بوجھ بھی اتار دے گا۔ لیکن تاحال ہر طرف سے خاموشی ہے۔ اور پھر ایسے مہربان قارئین کا مسلسل تقاضا ہے کہ اب میرے لیے مزید تاخیر ممکن نہیں رہی معروف کمیونسٹ رہنما سید سجاد ظہیر کی بیٹی نادرہ بیگم جو خیر سے مسلمان ہونے کی بھی دعویدار ہیں۔ وہ معروف بھارتی ہندو اداکار راج ببر کی بیوی ہیں اور بھارت کی شہری ہیں۔ وہ دوستی بس میں دیگر ہندوستانی عورتوں کے ہمراہ پاکستان آئی تھیں اپریل کے ماہانہ "روداد" کے مطابق نادرہ بیگم کے بیان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

"میں بنیادی طور پر مسلمان ہوں، ہماری زندگی بہت خوشگوار گزر رہی ہے۔ میرا گھر جنت کا نمونہ ہے۔ میں نے راج ببر سے محبت کی شادی کی اور ہماری محبت کے درمیان کبھی مذہب حائل نہیں ہوا ہمارے بچے دونوں مذاہب کو مانتے ہیں۔ وہ نماز بھی ادا کرتے ہیں اور مندر جا کر پوجا بھی کرتے ہیں۔ میرے والد مذہب سے زیادہ انسانیت میں یقین رکھتے تھے اور بنیادی طور پر کمیونسٹ تھے۔ واضح رہے کہ نادرہ بیگم ایک فنکارہ ہیں اور اپنا تھیٹر بھی چلاتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ راج ببر نے جب معروف اداکارہ سمیتا پاٹل سے شادی کی تھی تو مجھ سے اجازت نہیں لی تھی۔ نادرہ بیگم نے کہا کہ پاکستان آکر انہیں بہت خوشی ہوئی۔ کاش ہمارے اختلافات ختم ہو جائیں، ہم محبت کا پیغام لائے ہیں۔"

کمیونسٹ "سید" سجاد ظہیر کی چار بیٹیوں میں سے تین بیٹیاں ہندو گھروں میں بیاہی ہوئی ہیں نسیم ظہیر جو کہ اب نسیم بھاٹیہ کہلاتی ہیں۔ انہوں نے ایک ہندو ونود بھاٹیہ سے شادی کی ہوئی ہے۔ سب سے چھوٹی بیٹی نور ظہیر کتھک ڈانسر ہیں، ان کی شادی اوم پرکاش گپتا سے ہوئی ہے۔ نادرہ بیگم کے بقول ان کے بچے مسجد میں نماز پڑھتے اور مندر میں پوجا بھی کرتے ہیں انہوں نے راج ببر سے محبت کی شادی کی۔ اس کے باوجود ان کے بنیادی مذہب "اسلام" کو بھی گزند نہیں پہنچا۔ سائنس کے دور میں ایسی جہالت آمیز "ترقی پسندانہ" دانش مندی یقیناً نادرہ بیگم ہی کو زیب دیتی ہے۔ دراصل ان مادر پدر آزاد خاندانوں نے مذہب کو اچار کا مرتبان بنا رکھا ہے کہ جب آم کا اچار کھانے کو جی چاہا آم کے اچار والے مرتبان کا ڈھکن اٹھایا قاش دانتوں میں دبائی اور "دل پشوری" کر لیا۔ اور جب ذائقہ بدلنے کی ضرورت محسوس ہوئی لیموں کے اچار سے "منہ ماری کر لی۔ حالانکہ ان کے لیے ذائقہ بدلنے کے اور بھی راستے ہیں اور "منہ ماری" کے لیے ان گنت راہیں کشادہ ہیں۔ اپنی ناتمام و نارسیدہ خواہشات کے بدلے میں بیچارے مذہب کو تختۂ مشق بنانا کہاں کا انصاف ہے۔ اسلام اپنے ابدی ضابطوں اور تاقیامت نہ بدلے جانے والے احکامات کو دامن میں لیے آج

بھی الٰہی قوت کے ساتھ اسی مقام پر مضبوطی سے کھڑا ہے۔ جہاں آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے ایستادہ تھا۔ حلال و حرام کے اصول و ضوابط بال برابر بھی تبدیل نہیں ہوئے۔ کیونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اور فطرت کبھی بدلا نہیں کرتی۔

سید سجاد ظہیر کی دانشوری اور ترقی پسندی کے کھونٹے پر اگر نادرہ بیگم اپنے کسی ناروا عمل کو مذھب کا لبادہ پہنانا چاہتی ہیں۔ یا اپنے افعال کے جواز کے طور پر مذھب کو استعمال کرنا چاہتی ہیں تو بے شک وہ ایسا کر کے اپنے آنجہانی والد کی آتما کو سکون پہنچائیں۔ مگر یاد رکھیں کہ ان کی خاطر الہامی ضابطے بدلے نہیں جا سکتے۔ مختلف مذاھب کے مابین شادیوں کا فیشن اسلام سے پہلے بھی موجود تھا۔ اور اس عہد کے جہالت مآب ترقی پسند بالکل اسی طرح تسکین کے ذرائع تلاش کیا کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے اپنے پیروکاروں کو غیرت و حمیت اور شعور و تدبّر کی نعمتوں سے سرفراز کر کے ایسے سراسر حیوانی جذبات کی تکمیل کے غیر فطری ذرائع کا قلع قمع کر دیا۔ نادرہ بیگم اگر ان حرام خوریوں کو سیکولرازم اور لبرل ازم کا تحفہ سمجھتی ہیں تو انہیں علم ہونا چاہیے کہ تاریخ گواہ ہے کہ لاکھوں غیرتوں کی ماری مسلمان خواتین نے تقسیم کے وقت مرنا قبول کر لیا تھا۔ مگر اپنے پاک و پوتر وجود کو ہندو اور سکھ درندوں کے گھروں کی زینت بنانے سے انکار کر کے دینِ فطرت کی عملی صداقت کی تصدیق کر دی تھی۔ مجاہدین آزادی نے انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں سے نجات اور ان کی تہذیب و تمدن سے گلوخلاصی کے لیے جانیں قربان کیں، جیلیں کاٹیں اور مصائب و مشکلات کے خونی دریا عبور کیے۔ جس کا مقصد و محور ان ظالم عفریتوں سے پاک علیحدہ خطے کا حصول تھا۔ جہاں لاالہ الااللہ کا پھریرا لہرایا جانا تھا۔ اگر سیکولرازم مقصود ہوتا تو اتنی قربانیوں کے نذرانے پیش کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی ایسا سیکولرازم تو متحدہ ہندوستان میں ہی قائم کیا جاسکتا تھا۔ جہاں ہر فرد کو کھلی چھٹی ہوتی۔ جہاں ایسی "سید زادیاں" ہندوؤں کے گھروں میں بچے جنتیں اور ان کی خرمستیوں اور وحشتوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہوتی۔ غالباً ایسے ہی سیکولرازم کی کشش ہی سید سجاد ظہیر کو پاکستان کی سرزمین سے واپس ہندوستان لے گئی تھی جہاں ان کی اولاد آج ہر طرح کی مذھبی پابندیوں سے آزاد ہو کر راگ ملہار گا رہی ہے۔

اگر سیکولرازم کے پرستاروں اور جدیدیت کے غمخواروں کے نزدیک مذھب سے وابستگی ہی بنیاد پرستی اور دقیانوسیت یا رجعت پسندی ہے تو ہم فقیر منش دیوانوں کو مذھب کی خاطر ایسا ہر ایک الزام بسرو چشم قبول و منظور ہے۔ جدیدیت کے کبڑے عاشقوں کے نزدیک مذھب فرد کو پابندیوں میں جکڑ دیتا ہے۔ اس لیے یہ کور بصر جمہوریت زادے تمام اخلاقی، مذہبی اور سماجی حدود پھلانگ جانا چاہتے ہیں تو انہیں یہ خبر رہنی چاہیے کہ عقلیت پسندی اور جدیدیت کے برصغیر میں سرخیل سر سید احمد خان تو اپنے گھر کی خواتین کا کسی بھی انگریز عورت کے سامنے آنا بے پردگی تصور کرتے تھے اور سید صاحب کے نزدیک مردوں کی طرح انگریز عورت نامحرم کے برابر تھی۔ جبکہ ہمارے عقلیت پسندوں کا تمام تر زور و شور عورتوں کی نام نہاد

بقیہ 36 پر